Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 36, Sr.No.100, 2015, pp 31 - 38

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۶، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۵ء، شمارہ ۱۰۰

عہد بڈشاہی ___ ایک تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر خواجہ زاہد عزیز ☆

Abstract:

Sultan Zain-ul-Abidin was a glittering star of Shahmeri dynasty. He had a qualities of respect of others ideas, encouragement of liberalism, development of learning and literature, veneration of all religions and equity for all sects. In his reign, development and prosperity promoted in all fields. After his death, justice, generosity, knowledge, greatness and splendour disappeared from Kashmir.

ریاست کشمیر کو بالعموم جنت نظیر، ایران صغیر اور وادی لالہ وگل جیسے پُرکشش ناموں سے پُکارا جاتا ہے۔ وادی کشمیر کو ایک جادوئی اور مسحور کن جگہ بنانے میں جہاں زعفران کے سنہرے کھیتوں کا عمل دخل ہے تو وہاں رنگ برنگے پھولوں، شفاف چشموں، جھیلوں، ندیوں، دریاؤں، آبشاروں اور بلند و بالا درختوں کی اہمیت وافادیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ قدرت عالیہ کے ان عطا کردہ کرشمات نے وادی کے حُسن کو دوبالا کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس نے بھی وادی کے ان نظاروں کو ایک نظر دیکھا تو اس نے یہی کہا:

گر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

کشمیر میں مسلمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ آٹھویں صدی عیسوی میں برعظیم میں محمد بن قاسم کے حملے سے شروع ہو گیا تھا، مگر کشمیر میں اسلامی حکومت کا آغاز چودھویں صدی کے آغاز میں

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ کشمیریات، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

اس وقت ہوا جب بدھ مت کے پیروکار حکمران رنچن شاہ نے صوفی بزرگ حضرت شرف الدین کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ اس کے اسلام قبول کرتے ہی ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا(۱)۔ اس طرح سے کشمیر میں بُلبل شاہ کی تعلیمات کی بدولت اسلام باقاعدہ طور پر متعارف ہوا۔ کشمیر کے حکمران صدرالدین (رنچن شاہ) نے ۱۳۲۰ء میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی۔

کشمیر میں اسلامی حکومت کا آغاز تو صدرالدین کے قبول اسلام سے ہی ہو گیا تھا مگر اس بادشاہ کی وفات کے بعد کشمیر ایک مرتبہ پھر ہندو حکمرانوں کے تسلط میں آ گیا۔ تقریباً سولہ سال کے بعد جب ہندو حکومت روبہ زوال ہوئی تو کشمیر میں پہلی باقاعدہ اسلامی حکومت کے قیام کا سہرا سوات کے باشندے شاہ میر کے سر پر رکھا گیا (۲)۔ شاہ میری خاندان نے کشمیر کو خالصتاً اسلامی تشخص عطا کیا۔ اسی خاندان کے ایک بہادر حکمران شہاب الدین نے نہ صرف فتوحات میں کمال حاصل کیا بلکہ کشمیر کی ثقافت کو محفوظ کرنے اور اُسے ترقی دینے میں بھی ایک اہم کردار ادا کیا۔ اس نے لباس، تعمیرات اور معاشرے میں کافی تبدیلیاں لائیں (۳)۔ اس عظیم فاتح کی وفات کے بعد قطب الدین کشمیر کے تخت کا وارث بنا۔ یہ علما و فضلا کا قدردان تھا۔ وہ خود ایک اچھا شاعر بھی تھا اور اُس نے اپنی انصاف پسندی سے عوام کے دل جیت لیے تھے (۴)۔ اس کی وفات کے بعد اُس کا جانشین سلطان سکندر مسندِ کشمیر پر بیٹھا۔ وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ اُس نے اُن تمام رسوم و رواج و بدعات کو یکسر ختم کر دیا جو شریعت اسلام کے منافی تھیں۔ اُس کی فیاضی اور علم دوستی کا چرچا سنتے ہی عراق، خراسان اور ماوراء الہند سے علما و فضلا روزگار کے حصول کی غرض سے کشمیر وارد ہوئے جس سے کشمیر میں نہ صرف اسلام بلکہ اسلامی علوم کی ایسی عظیم الشان ترویج ہوئی کہ ملک کشمیر عراق اور خراسان کا نمونہ بن گیا (۵)۔ یہ بادشاہ عین عنفوان شباب میں تیس سال کی عمر میں راہی ملک عدم ہوا۔

بادشاہ کے جانشینوں میں سے قدرت نے ایک ایسا نابغہ روزگار پیدا کیا جس نے نہ صرف اپنے حسنِ سلوک، رواداری اور پیار و محبت سے دل فگار کشمیریوں کے زخموں پر مرہم رکھا، بلکہ جنت نظیر کشمیر کو بھی ایک بار پھر بام عروج پر پہنچایا۔ سلطان زین العابدین کا اصل نام شاہی خان تھا مگر اہل کشمیر اسے بڈ شاہ یعنی بڑا شاہ کہتے تھے۔ ۱۴۲۰ء میں بڈ شاہ کشمیر کی حکومت کا وارث بنا اور نصف صدی تک حکومت کی۔ اس نے اپنے پچاس سالہ عہد میں کشمیر میں مختلف علوم و فنون، شعر و ادب، صنعت و حرفت، تجارت، مذہبی رواداری، عدل و انصاف، بیرونی روابط اور امن و خوشحالی کو فروغ

بخشا۔ اس کا عہد کشمیر کا سنہری ترین دور تصور کیا جاتا ہے (۶)۔ اس کا عہد شاہ میری خاندان کے استحکام کا زمانہ ہے۔ اس عہد سے قبل ہندو اور مسلمان تقریباً ایک دوسرے سے الگ الگ رہتے تھے۔ مُلک میں سیاسی اور مذہبی تضاد بدرجہ اُتم موجود تھا لیکن بڈ شاہی عہد میں دونوں مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کی طرف جھکتے گئے اور ریاست میں ایک عظیم مشترکہ ثقافت کی بنیاد پڑی۔

عہد بڈ شاہی میں علم و ادب کی ترقی کا ایک بڑا سبب کشمیر میں علما و فضلا کی کثرت تھی۔ اس عہد میں جس قدر علما و مشائخ کثرت و شدت سے تاریخوں میں نظر آتے ہیں۔ اس سے قبل اور بعد کے کسی بادشاہ کشمیر کے عہد میں دکھائی نہیں دیتے (۷)۔ شاہی خان نے اپنے ملک کے اکثر لوگوں کو جو علم حاصل کرنے کی اہلیت اور شوق رکھتے تھے۔ انھیں وظائف دے کر بیرونی ممالک بھیجا۔ اس کے علاوہ بیرونی ممالک سندھ، ہرات، ہندوستان، بخارا، خراسان اور عرب سے فارسی، عربی اور سنسکرت کے عالم کشمیر میں منگوا کر انھیں معقول تنخواہوں سے نوازا (۸)۔ بڈ شاہ سے قبل کے مسلمان حکمرانوں نے بالعموم ادب کی سرپرستی کی مگر شاہی خان نے کشمیری ادب کی ترقی میں بھی کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ آپ نے کشمیری ادیبوں اور شاعروں کی حد سے زیادہ حوصلہ افزائی کی اور کشمیری زبان کو فروغ دینے میں ہمہ تن کوشاں رہے۔ سنسکرت اور فارسی زبان کی مشہور و معروف کتابوں کو کشمیری زبان میں منتقل کیا گیا۔ ایک طرف باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کو کشمیری روایات سے روشناس ہونے کا موقع فراہم کیا گیا اور دوسری طرف کشمیریوں کو فارسی و عربی زبان و ادب، اسلامی تہذیب و ثقافت سے واقف ہونے کا موقع بھی دیا گیا (۹)۔ کشمیری زبان نے اس وقت اتنی ترقی کر لی تھی کہ باٹنی (نباتات) اور کیمیا کے علوم کی تعلیم بھی کشمیری زبان میں دی جاتی تھی (۱۰)۔

کشمیر میں علمائے دین نے مذہبی ترویج کے لیے مقامی زبان کا بھی سہارا لیا۔ کسی حد تک مذہب اور تصوّف کے غلبہ کی وجہ سے ہی رنگ تغزل نکھرنے لگا۔ عہد بڈ شاہی میں بھی روحانیت اور تصوّف کا غلبہ کشمیری ذہن پر سوار رہا۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کشمیریوں کو جو خوشحالی عہدِ بڈ شاہی میں نصیب ہوئی اس کے غیر شعوری اثرات ادب پر بھی پڑے۔ اس عہد کے سب سے اہم شاعر شیخ نورالدین ولی ہیں۔ ان کا کلام اُس وقت کے عالم ملا احمد نے فارسی زبان میں شرح کلام شیخ نورالدین کے نام سے مرتب کیا (۱۱)۔ شیخ نورالدین کے علاوہ عہد بڈ شاہی میں کشمیری شعرا

اور ادبا کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا۔ بڈ شاہ نے ان شعرا کو اپنے دربار میں خصوصی مقام عطا کر رکھا تھا۔

زین العابدین نے تمام زبانوں کو کشمیر میں متعارف کرانے کی غرض سے دارالتراجم کا ایک جال بچھایا۔ جس میں ہر زبان کی کتب کا ترجمہ کیا جاتا تھا۔ ان دارالتراجم میں مذہبی، طبی، تاریخی اور اخلاقی کتب کو ترجموں میں ڈھالا جاتا تھا۔ ان اداروں میں کام کرنے والے مترجمین میں ملا احمد، زونراج، پنڈت بودی بھٹ اور ملا نادری قابل ذکر ہیں (۱۲)۔ شاہی خان نے دارالتراجم کے علاوہ تصنیف وتالیف کے لیے علیحدہ شعبہ قائم کیا۔ کشمیری نثر ونظم میں نئی کتب تحریر کی گئیں۔ بودھ بھٹ نے کشمیری موسیقی پر ایک کتاب تحریر کی (۱۳)۔ اسی طرح کشمیر کے شاعر سوم پنڈت نے کشمیری نظم پر جین چرت کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں زین العابدین کی زندگی اور کارناموں کا تذکرہ ملتا ہے (۱۴)۔ عہد بڈ شاہی کے مشہور ادیب اوتار بھٹ نے شاہنامہ اور دوسری فارسی تصانیف کے مطالعہ سے متاثر ہو کر کشمیری زبان میں جین ولاس کے عنوان سے کتاب تحریر کی۔ اس کے علاوہ منصور بن محمد نے فن خطابت کے موضوع پر کفایہ مجاہدہ کے عنوان سے کتاب لکھی (۱۵)۔ شاہی خان کا عہد کشمیری نثر کی ترقی وترویج کا دور تھا۔ اس دور میں جہاں نظم اور نثر میں فن پارے تشکیل پائے تو وہاں سلطان کے ایک درباری ادیب بودھ بھٹ نے کشمیری زبان میں ایک ڈرامہ زینہ پرکاش کے عنوان سے تحریر کیا جو شاہی خان کے حالات زندگی سے متعلق تھا (۱۶)۔

بڈ شاہ صرف علما کا سرپرست ہی نہیں تھا بلکہ خود بھی ایک اعلیٰ پایہ کا عالم اور شاعر تھا۔ وہ اپنی مادری زبان کشمیری کے علاوہ سنسکرت، فارسی اور تبتی سے بھی واقف تھا۔ اُس نے خود دو کتابیں فارسی زبان میں تحریر کیں۔ ان میں سے پہلی کتاب آتش بازی کی صنعت کے حوالے سے تھی جبکہ دوسری کتاب شکایت کے عنوان سے تحریر کی جس کا موضوع دُنیا کی بے ثباتی تھا (۱۷)۔ سُلطان نے تعلیم کی ترویج کے لیے نوشہرہ میں اپنے محل کے قریب ایک مدرسہ کھولا اور مشہور عالم ملا کبیر کو اس ادارے کا سربراہ مقرر کیا اور یہ مدرسہ سترھویں صدی تک چلتا رہا (۱۸)۔ اس کے علاوہ اننت ناگ (اسلام آباد) کے قریب مقام سیر میں بھی ایک مدرسہ قائم کیا گیا جس کے سربراہ ملا غازی خان تھے (۱۹)۔ مزید برآں سیالکوٹ کے مدرسۃ العلوم کے لیے چھ لاکھ روپے کا عطیہ سُلطان نے دیا جبکہ اُس کی بیگم نے اپنا قیمتی ہار مدرسہ کے اخراجات کے لیے عطیہ کیا۔ شاہی خان نے بہت سے دارالاقامے بھی

تعمیر کروائے جہاں غریب طلبا کے قیام وطعام کا مفت انتظام ہوتا تھا[۲۰]۔

زین العابدین نے نہ صرف علم وادب کو فروغ بخشا بلکہ صنعت وحرفت اور فنون لطیفہ کو بھی کمال عروج پر پہنچایا۔ اسی عہد میں کشمیر میں کاغذ سازی اور جلد بندی کا فن رائج کیا گیا اور ریشم سازی اور شالبافی جیسی صنعتیں متعارف کروائی گئیں[۲۱]۔ زین العابدین کئی اوصاف کا مالک تھا۔ وہ ایک جیّد عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھا موسیقار، شاعر اور ادیب تھا۔ وہ موسیقی کا بڑا دلدادہ تھا اور خود ماہر فن بھی تھا۔ اس نے کئی ساز ایجاد کیے[۲۲]۔ ایرانی، تورانی اور ہندی سازندوں اور گویّوں کے علاوہ اس نے کئی دوسرے ممالک سے بھی ماہر موسیقار منگوائے۔ اس کے عہد میں کشمیر ماہرینِ موسیقی کے لیے مشہور تھا[۲۳]۔ کشمیر میں صنعت وحرفت کی ترقی کے لیے شاہی خان نے عراق، خراساں اور ترکستان سے کاریگر منگوائے جنھوں نے صنعت وحرفت کے فروغ کے لیے ان فنون کو کشمیریوں کو سکھایا۔ ان ہی کاریگروں کی بدولت کشمیر میں پارچہ بانوں کے کرگھے اور ریشمی کپڑے کی بنائی متعارف ہوئی۔ اسی عہد میں کشمیر ریشمی کپڑوں کے نمونوں کے لیے بہت مشہور تھا[۲۴]۔ سلطان میں تجسس اور اختراع پسندی کا مادہ موجود تھا۔ اس نے بارود بنانے کا فن کشمیریوں کو سکھایا۔ اس کے علاوہ نئے جنگی ہتھیار بھی شاہی خان نے ایجاد کیے[۲۵]۔

بڈشاہ کو کتابوں کا بہت شوق تھا اور ان کی خریداری پر اُس نے کثیر رقم خرچ کی۔ عہد بڈشاہی سے قبل کشمیر میں عربی اور فارسی کے نسخے ناپید تھے لیکن اس نے ہندوستان، عراق اور ترکستان سے قلمی نسخے منگوا کر اس کمی کو پورا کیا[۲۶]۔ اس کے علاوہ سنسکرت زبان کے وہ قلمی نسخے جو عہدِ سکندر میں ہندوستان بھیج دیئے گئے تھے۔ اُن کی واپسی بھی بڈشاہ کی کوششوں سے ہی ہوئی[۲۷]۔ سلطان کی کاوشوں سے ایک بہت بڑا کتب خانہ تیار کیا گیا جو فتح شاہ کے عہد تک قائم رہا لیکن خانہ جنگیوں اور بیرونی حملوں کی وجہ سے تباہ و برباد ہوگیا۔ اس عہد میں نامی گرامی علما وفضلا گزرے ہیں۔ جن کی کاوشوں سے کشمیر ایک ادبی مرکز بن گیا تھا۔ شاہی خان کے دربار میں مشہور معروف مترجمین موجود رہتے تھے۔ جنھوں نے تاریخ وادب کی مختلف کتب کو سنسکرت اور فارسی زبانوں میں منتقل کیا۔ اس عہد کے مشہور مؤرخ سری ور نے جامی کی تصنیف یوسف زلیخا کا سنسکرت زبان میں ترجمہ کیا[۲۸]۔ ملا احمد جو کہ سنسکرت اور فارسی زبان کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے شاہی خان کی درخواست پر مہابھارت اور راج ترنگنی کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا[۲۹]۔

کشمیر نے عہد بڈشاہی میں زرعی میدان میں بھی خاصی ترقی حاصل کی۔ شاہی خان کو زراعت سے کافی رغبت تھی۔ اس نے بہتے ہوئے جزیرے بنائے جن پر فصل بوئی جاتی تھی اور دلدلوں کو خشک کرا کے ایک بہت بڑے بنجر علاقے کو قابل کاشت بنایا (۳۰)۔ آبپاشی کے طریقوں کو بہتر بنانے کے لیے تالاب، نہریں اور بند بنائے گئے۔ اس عہد میں جو نہریں بنوائی گئیں اُن میں لچھم کل، کاک پور، کرال، اونتی پور، صفاپور، پوہر، مارتنڈ اور نالا مار قابل ذکر ہیں (۳۱)۔ جنھوں نے کشمیر کو اناج کے معاملے میں خودکفیل ہونے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ زین العابدین تعمیرات کا دلدادہ تھا اور خود بھی ماہر تعمیرات تھا۔ اس نے کشمیر میں شاندار عمارتیں تعمیر کروائیں لیکن بدقسمتی سے اُن میں سے ایک بھی اب موجود نہیں ہے۔ اُس کی تعمیر کردہ عمارتوں میں اُس کی ماں کا مقبرہ، مدنی مسجد اور بارہ منزلہ عالی شان محل قابل ذکر ہیں (۳۲)۔ اس کے علاوہ نوشہر، زین پور، زین کوٹ اور زین گیر کے ناموں سے قصبے آباد کیے، پُل تعمیر کروائے، سرائیں بھی بنوائیں اور لوگوں کو مفت کھانا فراہم کرنے کے لیے بہترین اقدامات کیے (۳۳)۔

سلطان زین العابدین بلاشبہ اس دور کا ایک ایسا نمائندہ حکمران تھا جس کے اندر دوسروں کے خیالات کا احترام، آزاد خیالی کی حوصلہ افزائی، علم و ادب کی ترقی، تمام مذاہب کا احترام، ہر شخص کے ساتھ ایک جیسا انصاف، ستم رسیدہ لوگوں کی دادرسی جیسی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اس دور میں کشمیر نے ترقی و خوشحالی کا وہ عروج دیکھا جو صدیوں سے ناپید ہو چکا تھا۔ اس کی موت پر یوں نظر آیا جیسے انصاف، سخاوت، علم، عظمت، شان و شوکت، امن و رواداری سب کشمیر سے رُخصت ہو گئے۔ اس کی وفات کے بعد کشمیر میں سیاسی عدمِ استحکام آ گیا۔ حیدر شاہ سے لے کر حبیب شاہ تک کوئی بھی حکمران ایسا نہیں گزرا جو شہاب الدین کی طرح بہادر، سلطان سکندر کی طرح دیندار اور زین العابدین کی طرح علم دوست اور عوام دوست ہوتا۔ اصل میں زین العابدین کے بعد کا دور کشمیر میں شاہ میری خاندان کے انحطاط کا دور تھا۔ جس نے کشمیر میں چکوں کو تخت کشمیر طشتری میں سجا کر پیش کیا اور اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کو یکسر ملیامیٹ کر دیا۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) محمد عبداللہ صدیقی، تاریخ کشمیر، ایورنیو بک پبلشرز، س ن، ص ۳۳

(۲) جے این گنہار، کشیر منز بُدھ مت، کاشر ڈپارٹمنٹ، کشمیر یونیورسٹی سرینگر، ۱۹۸۳ء، ص ۱۴۷

(۳) ہرگوپال کول خستہ، گلدستہ کشمیر، جلد نمبر ۲، آریہ پریس لاہور، ۱۸۸۳ء، ص ۱۰۴

(۴) محبّ الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں، دارالمصنفین اعظم گڑھ، بھارت، ۱۹۶۷ء، ص ۹۰

(۵) محمد قاسم فرشتہ، گلشن ابراہیمی المعروف تاریخ فرشتہ جلد نمبر ۲، لکھنؤ، ۱۹۷۴ء، ص ۳۴۱

(۶) ہرگوپال کول خستہ، گلدستہ کشمیر، جلد نمبر ۲، آریہ پریس لاہور، ۱۸۸۳ء، ص ۱۱۰

(۷) محمد دین فوق، تاریخ بڈشاہی، ویری ناگ پبلشرز، میرپور آزاد کشمیر، ۱۹۸۷ء، ص ۲۴۹

(۸) محمد علم الدین سالک، ماہنامہ ادبی دنیا، آئینہ ادب لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۹

(۹) محمد دین فوق، شباب کشمیر، ویری ناگ پبلشرز، میرپور آزاد کشمیر، ۱۹۸۷ء، ص ۲۶۰

(۱۰) اوتار کرشن رہبر، کاشر ادبک تاریخ، کاشر ڈپارٹمنٹ، سرینگر یونیورسٹی، سرینگر، ۱۹۶۷ء، ص ۲۱

(۱۱) غلام نبی گوہر، شیخ نور الدین ولی، ساہتیہ اکادمی دہلی، ۱۹۹۶ء، ص ۱۱

(۱۲) محمد علم الدین سالک، ماہنامہ ادبی دنیا، آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۱۴۰

(۱۳) سری ور، راج ترنگنی، کلکتہ، ۱۸۹۸ء، ص ۱۲۶

(۱۴) محبّ الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں، دارالمصنفین اعظم گڑھ، بھارت، ۱۹۶۷ء، ص ۱۲۷

(۱۵) ایضاً

(۱۶) اوتار کرشن رہبر، کاشر ادبک تاریخ، کاشر ڈپارٹمنٹ، سرینگر یونیورسٹی، سرینگر، ۱۹۶۷ء، ص ۲۵

(۱۷) سری ور، راج ترنگنی، کلکتہ، ۱۸۹۸ء، ص ۱۳۵

(۱۸) محبّ الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں، دارالمصنفین اعظم گڑھ، بھارت، ۱۹۶۷ء، ص ۱۲۳

(۱۹) غلام محی الدین صوفی، کشیر، جلد اول، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۴۸ء، ص ۲۴۸

(۲۰) محبّ الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں، دارالمصنفین اعظم گڑھ، بھارت، ۱۹۶۷ء، ص ۱۲۳

(۲۱) اللہ بخش یوسفی، مختصر تاریخ کشمیر، محمد علی ایجوکیشنل سوسائٹی، کراچی، ۱۹۶۰ء، ص ۲۸

(۲۲) علم الدین سالک، نقوش کشمیر، مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۴۹

(۲۳) حیدر ملک چاڈورا، تاریخ کشمیر، لاہور، ۱۹۱۷ء، ص ۱۱۳

(۲۴) سری ور، راج ترنگنی، کلکتہ، ۱۸۹۸ء، ص ۱۵۱

(۲۵) ایضاً

(۲۶) حیدر ملک چاڈورا، تاریخ کشمیر، لاہور، ۱۹۱۷ء، ص ۱۲۰

(۲۷) ایضاً

(۲۸) غلام محی الدین صوفی، کشیر، جلد اول، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۴۸ء، ص ۱۶۷

(۲۹) ایضاً

(۳۰) جون راجہ، راج ترنگنی، کلکتہ، ۱۸۹۸ء، ص ۸۸

(۳۱) ایضاً

(۳۲) ایضاً

(۳۳) ایضاً